سبق ۱۴ پیامِ لطیف رحمۃ اللہ علیہ

مقاصدِ تدریس

۱۔ طلبہ کو آگاہ کرنا کہ اُردو زبان کے علاوہ دیگر پاکستانی زبانوں: پشتو، پنجابی، سندھی، سرائیکی اور بلوچی میں بھی صدیوں سے صوفیانہ رنگ کی شاعری کو پسند کیا جاتا ہے۔

۲۔ طلبہ کو منظوم تراجم کی روایت سے آگاہ کرنا۔

۳۔ طلبہ کو شیخ ایاز کی شاعرانہ خدمات بالخصوص شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام شاہ جو رسالو' کے منظوم اُردو ترجمے سے آگاہ کرنا۔

۴۔ طلبہ کو علم بدیع کی صنعتوں: صنعتِ تلمیح، صنعتِ تکرار، صنعتِ تضاد کے بارے میں بتانا اور تلخیص نگاری کے اُصولوں سے آگاہ کرنا۔

مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اوّل	پہلا	آخر	آخری	قائم	ہمیشہ موجود
قدیم	ازلی	وابستہ	جُڑا ہوا	تمنا	خواہش
آسرا	سہارا	ربِّ کریم	مہربان خدا	توصیف	تعریف
اعلیٰ	بلند مرتبہ	علیم	جاننے والا	والی	حاکم
شش جہات	چھ سمتیں	واحد ذات	اکیلی ہستی	رازق	روزی دینے والا
کائنات	دُنیا اور اس کے تمام اجزا	ایمان	اعتقاد	کامل	مکمل
فوقیت	برتری	ہستی	وجود	قادرِ حقیقی	اصلی طاقتور
وَحْدَہٗ	اکیلا	لاشریک	بغیر شریک	سنگ ریزے	چھوٹے پتھر

studyplusplus.com

گوہرِ بے بہا	قیمتی موتی	موج	پانی کی لہر	طوفانِ معصیت	گناہوں کا طوفان
کشتی	ناؤ	رُخ	سمت	عہد	وعدہ
غفلت	بے توجہی	''شاہ جو رسالو''	سندھی صوفی شاعری کی کتاب	منظوم	شاعری کی صورت میں

نظم کا مرکزی خیال

شیخ ایاز کی نظم ''پیامِ لطیف'' کا مرکزی خیال اللہ تعالیٰ کی واحدیت اور نبی کریم حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت ہے۔شاعر اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت، اس کی واحدیت اور اس کے رحم و کرم کو بیان کرتا ہے۔نظم میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو اوّل و آخر، قائم و قدیم اور علیم و رحیم کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جو ہر تمنا اور آسرا کا مصدر ہے۔شاعر نے انسانوں کی توحید پر ایمان لانے کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے اور اس کی خاطر نبی کریم حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مرتبے کو بلند کیا ہے، جن کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ ان کی موجودگی کی وجہ سے یہ دُنیا بنی۔

نظم کا خلاصہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اوّل و آخر ہے، وہ قائم و قدیم ہے اور ہر تمنا اس سے وابستہ ہے۔اللہ تعالیٰ کا توصیف کرنا انسان کی بس کی بات نہیں، کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ، علیم اور رحیم ہے۔اللہ تعالیٰ کی واحدیت، اس کا رازق ہونا اور رحمت کا بیان کیا گیا ہے۔وہ ہر جہت میں موجود ہے اور اس کی حکمت بے مثال ہے۔جس شخص نے ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید کو دل سے تسلیم کیا اور زبان سے کہا، وہ اس نبی کریم حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مرتبہ جانتا ہے، جن کی خاطر یہ دُنیا بنی، جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرتا ہے، اس کی شخصیت کی پہچان ہوتی ہے اور وہ اپنے عہد کو یاد رکھتا ہے۔شاعر نے اپنی غفلت اور گناہوں کی جانب اشارہ کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کی کشتی کا رُخ بدل گیا۔اسے عہد توڑنے کا افسوس ہے۔شاعر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی دُعا کرتا ہے اور اپنے عہد کو پھر سے قائم کرنے کا عزم کرتا ہے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی طرف واپس جا سکے۔

studyplusplus.com (study++)

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ۱

تیری ہی ذات اوّل و آخر
تُو ہی قائم ہے اور تو ہی قدیم

مفہوم

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کی ابتدا اور انتہا ہے۔ وہی خالق ہے اور ہر چیز کا انجام اسی کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہر شے سے پہلے موجود تھا اور ہر شے کے بعد بھی باقی رہے گا۔

تشریح

اس شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی دو بڑی صفات پر روشنی ڈالی ہے: یہ صفت بتاتی ہے کہ اللہ کی ذات زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔ دُنیا کی ہر شے فنا ہو سکتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کسی کا محتاج ہے اور نہ اس کا کوئی آغاز یا انجام ہے۔ وہ قائم بالذات ہے اور ازلی و ابدی ہے۔ یہ اشعار ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہماری سوچ اور محدود علم سے کہیں بلند ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حقیقی سکون اور کامیابی اسی کی رضا میں ہے۔

شعر نمبر ۲

تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے
تیرا ہی آسرا ہے، ربِّ کریم

مفہوم

شاعر کہتا ہے کہ ہماری تمام خواہشات اور اُمیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہیں، کیونکہ وہی حاجت روا اور اصل سہارا ہے جو اپنی رحمت سے مشکلات آسان کرتا اور دُعائیں قبول کرتا ہے

تشریح

اس شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کے تعلق کو بیان کیا ہے۔ انسان فطری طور پر کمزور اور ضرورت مند ہے اور وہ جانتا ہے کہ حقیقی حاجت روا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس شعر میں اس بات کی عکاسی کی گئی ہے کہ انسان اپنی تمام تمناؤں اور اُمیدوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے۔

studyplusplus.com (study++)

اللہ تعالیٰ کو "ربِ کریم" کہہ کر شاعر اس کی صفاتِ رحمت اور کرم پر روشنی ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور اپنی مخلوق کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ جب انسان کسی بھی دُنیاوی سہارے سے محروم ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہی اس کی زندگی میں سکون اور اُمید کا ذریعہ بنتا ہے۔ یہ شعر ہمیں اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسا اور یقین رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے، کیونکہ وہی ہماری زندگی کے ہر لمحے کا حقیقی سہارا ہے۔

شعر نمبر ۳

کم ہے جتنی کریں تیری توصیف
تُو ہی اعلیٰ اور تُو ہی علیم

مفہوم

شاعر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور توصیف جتنی بھی کی جائے، وہ اس کی عظمت کے مقابلے میں ہمیشہ ناکافی ہوگی، کیونکہ اس کی صفات بے شمار اور لامحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند، عظیم اور علم والا ہے۔ وہ ہر چیز کو جاننے والا اور ہر خوبی کا مالک ہے۔

تشریح

اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی لامحدود صفات کا ذکر ہے۔ شاعر اعتراف کرتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کو مکمل طور پر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہماری زبان اور الفاظ محدود ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت لامحدود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علیم اور اعلیٰ ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ وہ کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کو جانتا ہے اور اپنی حکمت و قدرت سے ہر چیز کو بہترین انداز میں چلانے والا ہے۔ یہ شعر ہمیں اللہ تعالیٰ کی شان کو سمجھنے اور اس کے حضور عاجزی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ یہ باور کراتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی عبادات اور دُعا کے ذریعے اس کے قریب ہونا چاہیے۔

شعر نمبر ۴

والیِ شش جہات، واحد ذات
رازقِ کائنات، ربِ رحیم

مفہوم

اللہ تعالیٰ ہر جہت کا مالک، واحد و بے مثال ہے۔ وہ کائنات کا رازق اور اپنی رحمت سے مخلوق کی ضروریات پوری کرنے والا مہربان رب ہے۔

تشریح

یہ شعر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، وحدانیت اور رحمت کی صفات کو بیان کرتا ہے۔ شاعر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمرانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ ہر سمت اور ہر گوشے کا مالک ہے۔ دُنیا کی ہر چیز اس کے اختیار میں ہے اور اس کا حکم ہر جگہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر زور دیا گیا ہے کہ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور تمام مخلوقات اس کی بندگی کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رازق پر روشنی ڈالتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ وہ کائنات کے ہر ذرّے کو اس کی ضرورت کے مطابق رزق فراہم کرتا ہے۔ یہ اس کی ربوبیت اور محبت کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کا ذکر ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر نہایت مہربان ہے، چاہے وہ انسان ہو، جانور ہو یا نباتات، سب پر اس کی رحمت سایہ فگن رہتی ہے۔ یہ شعر ہمیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچاننے، اس کی وحدانیت کو ماننے اور اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

شعر نمبر۵ ایمانِ کامل کے ساتھ جس نے بھی

دل سے مانا، زبان سے جانا

مفہوم

جو شخص دل سے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور زبان سے اس کا اقرار کرے، وہ کامل ایمان والا ہے۔

تشریح

اس شعر میں شاعر ایمان کی تکمیل کے دو پہلوؤں کو بیان کرتا ہے: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت اور دین کی سچائی پر دل سے یقین رکھنا ایمان کا پہلا اور سب سے اہم حصہ ہے۔ یہ اندرونی کیفیت انسان کے اعمال اور رویے میں جھلکتی ہے۔ ایمان کی گواہی زبان سے دینا اس بات کا عملی اظہار ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اس کے احکامات کو قبول کرتا ہے۔ یہ شعر ایمان کی گہرائی اور اخلاص کو واضح کرتا ہے، جس میں دل کی یقین دہانی اور زبان کی گواہی دونوں شامل ہیں۔ کامل ایمان کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل اور زبان دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہم آہنگ ہوں۔

شعر نمبر۶ جس کی خاطر بنی ہے یہ دُنیا

اس محمدؐ کا مرتبہ جانا

studyplusplus.com (study++)

مفہوم

یہ دُنیا جس عظیم ہستی کی وجہ سے تخلیق کی گئی، وہ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہیں اور ان کا بلند و بالا مرتبہ انسانیت کے لیے قابلِ فہم اور قابلِ احترام ہے۔

تشریح

اس شعر میں شاعر حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت اور مقام کو بیان کرتا ہے۔ یہ دُنیا اور کائنات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صدقے میں تخلیق کی۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پوری انسانیت کے لیے رحمت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو بے شمار فضائل اور درجات سے نوازا ہے۔ شاعر تاکید کرتا ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی شان اور مرتبہ کو سمجھنا اور ماننا ایمان کی بنیاد ہے۔ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعلیمات، اخلاق اور قربانیوں نے دُنیا کو روشنی اور ہدایت دی۔ یہ شعر ہمیں نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے محبت، عقیدت اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، کیونکہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت اور مقام کو سمجھنا ہی دینِ اسلام کا جوہر ہے۔

شعر نمبر ۷ فوقیت اُس کو دوسروں پر ملی
اپنی ہستی کو اُس نے پہچانا

مفہوم

یہ شخص دوسروں پر اس لیے فوقیت حاصل کرتا ہے کہ اس نے اپنی حقیقت اور مقام کو سمجھا اور پہچانا، یعنی اپنی ہستی کو جانا۔

تشریح

اس شعر میں شاعر نے انسان کی کامیابی اور اعلیٰ مقام کا راز بتایا ہے۔ وہ شخص دوسروں پر اس لیے برتری حاصل کرتا ہے کہ اس نے اپنی ہستی، اپنے مقصدِ زندگی اور اپنی صلاحیتوں کو پہچان لیا ہے۔ جو شخص اپنے اندر کی طاقت اور صلاحیتوں کو سمجھتا ہے، وہ دُنیا میں کامیاب اور بلند مقام حاصل کرتا ہے۔ انسان کی کامیابی کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی حقیقت کو سمجھتا ہے، اپنے مقاصد اور خوابوں کا تعین کرتا ہے اور اپنی قابلیتوں پر یقین رکھتا ہے۔ یہ خود شناسی ہی اس کی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ یہ شعر ہمیں بتاتا ہے کہ کامیابی اور برتری صرف دوسروں سے مقابلہ کرنے میں نہیں، بلکہ اپنی

studyplusplus.com (study++)

حقیقت اور صلاحیتوں کو پہچان کر ان پر عمل کرنے میں ہے۔

شعر نمبر ۸ جس نے اُس قادرِ حقیقی کو
وحدہٗ لاشریک ہے جانا

مفہوم

جو شخص اللہ تعالیٰ کو قادرِ حقیقی سمجھ کر اس کی واحد اور بے شریک ذات کا اقرار کرتا ہے، وہی سچا ایمان رکھتا ہے۔

تشریح

اس شعر میں شاعر اللہ تعالیٰ کی واحدیت اور قدرت کی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے جو تمام کائنات کی تخلیق، انتظام اور تدبیر میں بے مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی قدرت میں کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پر زور دیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی ذات میں مکمل ہے اور ہر طرح کی عبادت، محبت اور عقیدت صرف اسی کے لیے ہے۔ اس شعر میں شاعر نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی وضاحت کی ہے اور اس کے ایمان پر پورا یقین رکھنے کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی حقیقی قدرت اور اس کی بے مثال ذات کو سمجھتا ہے، تو وہ صرف اسی کا عبادت گزار اور معتقد ہو جاتا ہے۔

شعر نمبر ۹ سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن
گوہرِ بے بہا کو چھوڑ دیا

مفہوم

شاعر نے دُنیاوی چھوٹی اور بے قیمت چیزوں کو چھوڑ کر اعلیٰ اور قیمتی چیز کو اختیار کیا، یعنی اس نے مادی دُنیا کی فانی خوشیوں کو چھوڑ کر روحانی یا معنوی حقیقت کو اختیار کیا۔

تشریح

اس شعر میں شاعر نے دُنیا اور آخرت کے درمیان فرق کو بیان کیا ہے۔ یہاں "سنگ ریزے" دُنیاوی چیزوں کی علامت ہیں، جو عارضی، معمولی اور بے قیمت ہوتی ہیں۔ شاعر کا اشارہ ان چیزوں کی طرف ہے جو انسان اپنی زندگی میں جمع کرتا ہے جیسے مادی دولت، شہرت، یا عارضی خوشیاں۔ "گوہرِ بے بہا" سے مراد قیمتی یا ابدی چیزیں ہیں، جو رُوحانیت، ایمان، اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت

studyplusplus.com (study++)

کی کامیابی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ شاعر نے ان دنیا کی فانی چیزوں کو چھوڑنے کی بجائے، انھیں اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے۔ شاعر کا پیغام یہ ہے کہ انسان کو دُنیاوی لذتوں اور عارضی چیزوں کی بجائے روحانی ترقی اور ابدی کامیابی کی جستجو کرنی چاہیے۔ جب انسان اعلیٰ مقصد کو سمجھ لیتا ہے، تو وہ مادی دُنیا کی چھوٹی خوشیوں کو چھوڑ کر حقیقی سکون اور خوشی کی طرف بڑھتا ہے۔

شعر نمبر ۱۰ موجِ طوفانِ معصیت نے آہ!
میری کشتی کے رُخ کو موڑ دیا

مفہوم

شاعر بیان کرتا ہے کہ اس کی زندگی میں گناہوں کی شدت اور ان کے اثرات نے اسے سیدھی راہ سے منحرف کر دیا، جیسے طوفان نے کشتی کا رُخ موڑ دیا ہو۔

تشریح

اس شعر میں شاعر نے اپنی غلطیوں اور گناہوں کے اثرات کو سمندر کے طوفان کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ ''موجِ طوفان'' سے مراد گناہ اور فتنوں کی شدت ہے جو انسان کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ گناہ انسان کو روحانی اور اخلاقی طور پر ہلاکت کی طرف دھکیلتے ہیں۔ شاعر اپنی زندگی کی راہ میں آنے والی مشکلات اور گناہوں کے اثرات کو اس طرح بیان کرتا ہے جیسے طوفان نے کشتی کا رُخ بدل دیا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ گناہوں نے اس کی صحیح سمت سے انحراف پیدا کر دیا ہے اور وہ راستا بھول چکا ہے۔ یہ شعر انسان کی غفلت اور گناہوں کے اثرات کی عکاسی کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ گناہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے دُور کر دیتے ہیں۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ انسان کو گناہوں سے بچنے اور اپنی زندگی کو درست راستے پر رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہدایت حاصل کر سکے۔

شعر نمبر ۱۱ ہائے وہ عہد جس کو اے مالک!
اپنی غفلت سے میں نے توڑ دیا

مفہوم

شاعر اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کو یاد کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ اپنی غفلت اور بے توجہی کی وجہ سے اس نے وہ عہد توڑ دیا جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم کیا تھا۔

studyplusplus.com (studyplusplus.com)

تشریح

اس شعر میں شاعر نے اپنے عمل اور غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کی خلاف ورزی کی عکاسی کی ہے۔ یہاں "عہد" سے مراد وہ وعدہ یا عہد ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے، کہ وہ اس کی رضا کی کوشش کرے گا، اس کی عبادت کرے گا اور زندگی میں اس کے احکام کی پیروی کرے گا۔ شاعر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے افسوس کا اظہار کر رہا ہے کہ اس نے اس عہد کی خلاف ورزی کی۔ شاعر اپنی غفلت اور بے دلی کو تسلیم کرتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کو پورا کرنے میں کوتاہی کی۔ اس کی توجہ دُنیاوی امور اور خواہشات پر مرکوز رہی، جس کی وجہ سے اس نے اپنی روحانی ذمہ داریوں کو نظر انداز کیا۔ یہ شعر انسان کی غفلت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے وعدے کو توڑنے پر پچھتاوے کی عکاسی کرتا ہے۔ شاعر کا پیغام ہے کہ انسان کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکے۔

("شاہ جو رسالو" منظوم اُردو ترجمہ: شیخ ایاز)

حل مشقی سوالات

(ا) نظم "پیامِ لطیف" کے متن کے مطابق مصرعے مکمل کریں۔

(الف) تیری ہی ذات ________

(ب) ________ ربِ رحیم

(ج) تیرا ہی آسرا ہے ________

(د) ________ کے ساتھ جس نے بھی

(ہ) جس نے اُس ________ کو

جوابات

(الف)	تُو ہی اعلیٰ	(ب)	رازقِ کائنات	(ج)	ربِ کریم
(د)	ایمان کامل	(ہ)	قادرِ حقیقی		

studyplusplus.com

اہم کثیر الانتخابی سوالات

۱۔ نظم ''پیامِ لطیف'' میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

(الف) سمیع و بصیر (ب) قائم و قدیم

(ج) رحم و بخشش (د) سب سے بلند

۲۔ ''تُو ہی اعلیٰ اور تُو ہی علیم'' کا مفہوم کیا ہے؟

(الف) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور علمیت (ب) انسان کی طاقت

(ج) علم کا تمام خزانہ (د) اللہ تعالیٰ کا انصاف

۳۔ ''تیرا ہی آسرا ہے، ربِّ کریم'' سے کیا مراد ہے؟

(الف) اللہ تعالیٰ کی مدد اور رحمت (ب) دُنیا کا سکون

(ج) زندگی کا مقصد (د) انسانوں کی دُعائیں

۴۔ نظم میں ''مئے لالہ فام'' کا کیا مفہوم ہے؟

(الف) رُوحانیت کا جام (ب) دُنیا کی شراب

(ج) خوشبو اور خوبصورتی (د) تقدیر کا جام

۵۔ ''جس نے قادرِ حقیقی کو وحدہ، لاشریک ہے جانا'' کا مفہوم کیا ہے؟

(الف) اللہ تعالیٰ کی واحدیت کا اعتراف (ب) دُنیا کی حقیقت کا ادراک

(ج) انسان کی فطری طاقت (د) انسان کی محنت

۶۔ ''سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن'' کا کیا مطلب ہے؟

(الف) دُنیا کی عیش و عشرت (ب) نیکیوں کا جمع ہونا

(ج) دُنیا کی مشکلات (د) برے اعمال کا بوجھ

۷۔ ''گوہرِ بے بہا کو چھوڑ دیا'' سے کیا مراد ہے؟

(الف) قیمتی چیزوں کو ترک کرنا (ب) علم کا حصول

(ج) محبت کا پیغام (د) دُنیاوی دولت کی اہمیت

۸۔ نظم میں ''موجِ طوفانِ معصیت'' کس چیز کی علامت ہے؟

(الف) انسان کی گناہوں کی حالت (ب) قدرت کی طاقت

(ج) انسان کا عزم (د) فطرت کا غصہ

studyplusplus.com (study++)

۹۔ ”میری کشتی کے رُخ کو موڑ دیا“ کا مطلب کیا ہے؟

(الف) زندگی میں گناہوں کی طرف مائل ہونا (ب) توبہ اور معافی کی طرف مائل ہونا

(ج) زندگی کی سمت کا بدلنا (د) تقدیر کا ہاتھ

۱۰۔ ”ہائے وہ عہد جس کو اے مالک! اپنی غفلت سے میں نے توڑ دیا“ میں شاعر کس چیز کی شکایت کر رہا ہے؟

(الف) اپنے وعدے کی خلاف ورزی (ب) کسی کی غفلت

(ج) اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرنا (د) انسانوں کے ساتھ وعدہ کرنا

۱۱۔ نظم ”پیام لطیف“ میں ”اللہ تعالیٰ“ کو کس طور پر بیان کیا گیا ہے؟

(الف) واحد اور لاشریک (ب) صاحبِ علم

(ج) رحم و کرم کرنے والا (د) سب کا پالنہار

۱۲۔ ”جس کی خاطر بنی ہے یہ دُنیا“ سے مراد کس کی خاطر بنی ہے؟

(الف) حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (ب) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ج) حضرت جبرائیل علیہ السلام (د) مسلمان

۱۳۔ ”تو ہی اعلیٰ“ میں ”اعلیٰ“ سے کیا مراد ہے؟

(الف) بلند مرتبہ (ب) زیادہ علم

(ج) انسانوں سے افضل (د) ہر چیز پر غالب

۱۴۔ ”کم ہے جتنی کریں تیری توصیف“ کا مطلب کیا ہے؟

(الف) اللہ کی تعریف کبھی مکمل نہیں ہو سکتی (ب) انسان کی تعریف

(ج) اللہ کی مہربانی (د) محبت کا اظہار

جوابات

۱۔	(ب)	۲۔	(الف)	۳۔	(الف)	۴۔	(الف)	۵۔	(الف)
۶۔	(د)	۷۔	(الف)	۸۔	(الف)	۹۔	(الف)	۱۰۔	(الف)
۱۱۔	(الف)	۱۲۔	(الف)	۱۳۔	(الف)	۱۴۔	(الف)		

(۲) نظم ”پیام لطیف“ کے متن کو مدنظر رکھتے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیں۔

(الف) شاعر نے کس کا آسرا ڈھونڈا ہے؟

جواب: شاعر نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا آسرا ڈھونڈا ہے، جس کا ذکر نظم میں ”تیرا ہی آسرا ہے، ربِّ کریم“

studyplusplus.com

کے طور پر کیا گیا ہے۔

(ب) شاعر کے نزدیک دوسروں پر فوقیت کس کو ملتی ہے؟

جواب: شاعر کے نزدیک حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کو دوسروں پر فوقیت ملتی ہے، کیونکہ نظم میں ان کے مرتبے کو بلند اور دوسروں سے افضل بتایا گیا ہے۔

(ج) شاعر نے ''تو ہی اعلیٰ ہے اور تو ہی علیم'' کسے کہا ہے؟

جواب: شاعر نے ''تو ہی اعلیٰ ہے اور تو ہی علیم'' اللہ تعالیٰ کی ذات کو کہا ہے، جو بلند مرتبہ اور علم کا مالک ہے۔

(د) ''شش جہات'' سے کون کون سی جہت مراد ہے؟

جواب: ''شش جہات'' سے مراد چھے سمتیں (دائیں، بائیں، سامنے، پیچھے اُوپر، نیچے) ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مکمل حاکمیت اور قدرت کا مظہر ہیں۔

(ہ) شاعر نے گوہرِ بے بہا کو چھوڑ کر کس چیز سے اپنا دامن بھر لیا ہے؟

جواب: شاعر نے گوہرِ بے بہا کو چھوڑ کر سنگ ریزوں سے اپنا دامن بھر لیا ہے۔

(ط) شاعر کی کشتی کے رخ کو کس چیز نے موڑ دیا ہے؟

جواب: شاعر کی کشتی کے رخ کو ''موجِ طوفانِ معصیت'' نے موڑ دیا ہے، جو گناہوں اور غفلت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اہم مختصر جوابی سوالات

۱۔ نظم میں ''اوّل و آخر'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اوّل و آخر'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی بے پایاں اور ابدی ذات ہے، جو ہر چیز کی ابتدا اور انتہا ہے۔

۲۔ ''تجھ سے وابستہ ہر تمنا ہے'' سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

جواب: شاعر کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہر خواہش اور آرزو جڑی ہوئی ہے، کیونکہ اس کے سوا کسی چیز میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۳۔ ''تو ہی اعلیٰ اور تو ہی علیم'' کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: اس مصرعے میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہو رہا ہے، جہاں ''اعلیٰ'' کا مطلب ہے بلند اور ''علیم'' کا مطلب ہے عالم، یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور تمام علم کا مالک ہے۔

۴۔ ''والیِ شش جہات'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''والیِ شش جہات'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمام کائنات پر ہے، یعنی وہ ہر سمت میں موجود اور ہر چیز پر قادر ہے۔

studyplusplus.com (study++)

۵۔ شاعر نے کس چیز کو "گوہرِ بے بہا" کہا ہے؟

جواب: "گوہرِ بے بہا" سے مراد دُنیا کی قیمتی دولت اور چیزیں ہیں جنھیں شاعر نے ترک کیا ہے۔

۶۔ "موجِ طوفانِ معصیت" سے شاعر کا کیا مطلب ہے؟

جواب: "موجِ طوفانِ معصیت" سے مراد گناہوں اور برائیوں کی شدت ہے جو شاعر کی کشتی کے رخ کو بدل دیتی ہے۔

۷۔ شاعر کی کشتی کا رُخ کس طرف مڑا ہے؟

جواب: شاعر کی کشتی کا رخ معصیت کی طوفانی لہر کی وجہ سے بدل گیا ہے، جس کا اثر اس کی رُوحانیت پر پڑا ہے۔

۸۔ "میں شاخِ تاک ہوں" کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: "میں شاخِ تاک ہوں" سے مراد شاعر کی رُوحانیت اور ایمان کی تازگی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے زندہ ہے۔

۹۔ "تیرا ہی آسرا ہے، ربِّ کریم" کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا واحد حامی اور معاف کرنے والا ہے، جس پر انسان کو مکمل بھروسا ہونا چاہیے۔

۱۰۔ "اللہ تعالیٰ کی ذات" کے حوالے سے شاعر نے کیا کہا ہے؟

جواب: شاعر نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو سب سے اعلیٰ اور کامل تسلیم کیا ہے، جس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اس کی قوت کا مقابلہ کر سکے۔

۱۱۔ "جس نے قادرِ حقیقی کو وحدہٗ لاشریک ہے جانا" میں "قادرِ حقیقی" سے کون مراد ہے؟

جواب: "قادرِ حقیقی" سے مراد اللہ تعالیٰ ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور جو ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کا جاننا ایمان کی تکمیل ہے۔

۱۲۔ "اس محمدؐ کا مرتبہ جانا" سے شاعر کا مقصد کیا ہے؟

جواب: "اس محمد کا مرتبہ جانا" سے شاعر کا مقصد نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی عظمت اور مرتبے کا اعتراف کرنا ہے۔ شاعر کا کہنا ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا مقام اور مرتبہ سب سے بلند ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے حقیقی علم کے ساتھ ان کا مرتبہ جاننا ضروری ہے۔ اس میں ایمان کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کی سچائی کو تسلیم کرنے کا پیغام ہے۔

۱۳۔ "سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: "سنگ ریزوں سے بھر لیا دامن" سے مراد دُنیاوی لذتوں اور خواہشات کو جمع کرنا ہے، جو

studyplusplus.com

دراصل بے قیمت ہیں۔

۱۴۔ ''جس نے قادرِ حقیقی کو وحدہ، لاشریک ہے جانا'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا مطلب ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو واحد، لاشریک اور سب کچھ کا خالق تسلیم کرتا ہے، وہ ایمان کی تکمیل کرتا ہے۔

۱۵۔ شاعر نے کس عہد کو توڑ دیا؟

جواب: شاعر نے وہ عہد توڑ دیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا تھا، شاعر کی غفلت سے اس کی کشتی کا رخ بدل گیا۔

(۳) کالم (الف) کو کالم (ب) کے ساتھ اس طرح ملائیں کہ نظم ''پیامِ لطیف'' کے مصرعے مکمل ہو جائیں۔

کالم (الف)	کالم (ب)	جوابی کالم (ج)
تیرا ہی آسرا ہے	اور تو ہی علیم	ربّ کریم
تو ہی اعلیٰ ہے	دوسروں پہ ملی	اور تو ہی علیم
فوقیت اس کو	ربّ کریم	دوسروں پہ ملی
رازقِ کائنات	بھر لیا دامن	ربّ رحیم
سنگ ریزوں سے	میں نے توڑ دیا	بھر لیا دامن
اپنی غفلت سے	ربّ رحیم	میں نے توڑ دیا

۴۔ نظم ''پیامِ لطیف'' کے درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ اُن کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے۔

آسرا	تمنا	توصیف	رازق
دُنیا	کشتی	عہد	موج

جوابات

الفاظ	جملے	تذکیر و تانیث
آسرا	اللہ تعالیٰ کے بغیر زندگی کا کوئی آسرا نہیں ہے۔	(مذکر)
تمنا	حج کی تمنا دل میں چھپی ہوئی ہے۔	(مؤنث)
توصیف	اللہ تعالیٰ کی توصیف کرنے والے بہت ہیں۔	(مذکر)

studyplusplus.com (study++)

رازق	اللہ تعالیٰ رازق ہے اور وہ سب کو روزی دیتا ہے۔	(مذکر)
دُنیا	دُنیا میں ہر انسان کی اپنی مشکلات ہیں۔	(مؤنث)
کشتی	اس کشتی میں سوار ہو کر ہم نے سمندر پار کیا۔	(مؤنث)
عہد	اس نے اپنے عہد کو وفا کیا۔	(مذکر)
موج	سمندر کی موجوں نے ساحل کو چھو لیا۔	(مؤنث)

علمِ بدیع

بدیع کے لغوی معنی تو انوکھا، نادر یا نئی چیز کے ہیں لیکن اُردو ادب کی اصطلاح میں علم بدیع اس علم کو کہتے ہیں جس سے تحسین و تزئین کلام کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔ علم بدیع کی دو قسمیں ہیں: صنائع لفظی اور صنائع معنوی، یعنی لفظوں اور معنوں کے لحاظ سے نکات اور باریکیاں بیان کرنا۔ صنائع لفظی و معنوی کا بیان بڑا تفصیل طلب ہے اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے معنوی لحاظ سے یہاں صرف تین اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔

صنعت تلمیح:

تلمیح کے لغوی معنی ہیں: اشارہ کرنا۔ ادب کی اصطلاح میں کلام میں کسی مشہور قصے، واقعے، شخصیت، جگہ، داستان یا روایت کی طرف اشارہ کرنے کو تلمیح کہتے ہیں۔ ایک مثال ملاحظہ کیجیے:

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

اس شعر میں "ابن مریم" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے جو مردوں کو بحکم ربی زندہ کر دیا کرتے تھے۔

صنعت تکرار

تکرار کے لغوی معنی ہیں: بار بار دہرانا لیکن اصطلاح میں صنعت تکرار ایسی صنعت کو کہتے ہیں جہاں مصرعوں یا شعروں میں ایک لفظ کو دو بار یا دو سے زیادہ بار دہرایا جائے۔ جیسے: کیسے کیسے، کہاں کہاں، رفتہ رفتہ وغیرہ۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

studyplusplus.com (study++)

صنعت تضاد

علم بدیع کی اصطلاح میں کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے متضاد یا الٹ ہوں۔ مثال کے طور پر ہنسنا اور رونا، سیاہ اور سفید، اُمید و نا اُمیدی، رنج اور خوشی، مقدم اور مؤخر، زمین اور آسمان وغیرہ۔ مثلاً یہ شعر:

ہزار مرتبہ بہتر ہے بادشاہی سے
اگر نصیب ترے کوچے کی گدائی ہو

اس شعر میں ''بادشاہی اور گدائی'' کے الفاظ ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔

درج ذیل اشعار میں نشان دہی کریں کہ صنعتِ تلمیح، صنعتِ تکرار یا صنعتِ تضاد میں سے کون سی صنعت استعمال ہوئی ہے۔

مری قدر کر اے زمینِ سخن
تجھے بات میں آسماں کر دیا

کیا ضرور ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

دہن پر ہیں اُن کے گماں کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

تلخیص نگاری

تلخیص نگاری سے مراد کسی اقتباس یا عبارت کا خلاصہ اس طرح بیان کرنا ہے کہ اُس کا اختصار تقریباً جامع الفاظ میں ظاہر ہو جائے۔ تلخیص کرتے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھنا ضروری ہے:

- تلخیص اصل جملے یا اقتباس کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔
- تلخیص میں مترادف الفاظ کا استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ جامع قسم کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔
- تلخیص میں تشبیہ یا مثال نہیں دیا کرتے۔
- اگر تلخیص میں ایک یا دو اسم معرفہ قبیل کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو وہ تلخیص میں ضرور آ جائیں گے۔
- تلخیص کا عمل تشریح کے عمل کا متضاد ہوتا ہے یعنی کم از کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ مفہوم ادا کیا جاتا ہے۔

studyplusplus.com (study++)

مثلاً ذیل کے دو جملوں کی تلخیص کچھ یوں ہوگی:

میں نے آج یکم اکتوبر بروز جمعرات سکول میں اُردو کے مضمون کا ٹیسٹ دیا۔

- میں نے آج سکول میں اُردو کا ٹیسٹ دیا۔

گزشتہ دنوں اتوار کے روز ہم سب بہنوں بھائیوں نے اپنے والدین کے ہم راہ چڑیا گھر دیکھا۔

- اتوار کو ہم نے چڑیا گھر دیکھا۔

(۶) درج ذیل جملوں کی تلخیص کریں۔

(الف) جناب عالی! میں آپ کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

(ب) ہم نے احمد سے زیادہ عدل و انصاف، جرأت و ہمت، لطف و کرم اور جود وسخا کا حامل شخص نہیں دیکھا۔

جملے	تلخیص
جناب عالی! میں آپ کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرتا ہوں۔	میں آپ کی باتوں کو تسلیم کرتا ہوں۔
ہم نے احمد سے زیادہ عدل و انصاف، جرأت و ہمت، لطف و کرم اور جود وسخا کا حامل شخص نہیں دیکھا۔	احمد سے بہتر شخص ہم نے نہیں دیکھا۔

سرگرمیاں

- تمام طلبہ اپنے استاد کی راہ نمائی میں یا انٹرنیٹ سے سندھ کے صوفی شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے بارے میں معلومات کو چارٹ پر لکھیں۔ جس کا چارٹ اول آئے، اُسے جماعت کے کمرے میں آویزاں کیا جائے۔
- نظم ''پیامِ لطیف'' میں جو پیام بیان ہوا ہے، اُسے طلبہ اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ طلبہ کو بتائیں کہ ہر زبان کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ جب ایک زبان کی تحریر کا دوسری زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے تو دونوں زبانوں کے مزاج کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

۲۔ اساتذہ طلبہ کو شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے مزار کی کوئی واضح سی تصویر یا مووی دکھائیں اور ان سے استفسار کریں کہ انھوں نے اس تصویر یا مووی سے کیا اخذ کیا؟

studyplusplus.com (study++)

۴۔ اساتذہ طلبہ کو شیخ ایاز کا کوئی اور منظوم اقتباس پڑھ کر سنائیں اور اس کے بارے میں گفت گو کریں۔

جواب: شیخ ایاز کا منظوم اقتباس جو طلبہ کو سنایا جا سکتا ہے:

منظوم اقتباس

چراغوں کی روشنی میں، کچھ نظر نہیں آتا
چراغوں کے اندھیرے میں، دل کی گلیاں سونی ہیں
یہ جو سکوت ہے، گزرے لمحوں کی گونج ہے
یہ جو غم ہے، وہی تو خوشی کی راہ دکھا رہا ہے

گفتگو

اس اقتباس میں شیخ ایاز نے انسان کی زندگی کے فلسفے کو بیان کیا ہے جس میں روشنی اور اندھیروں کی حالتوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ روشنی کی موجودگی میں ہم اپنے راستوں کو واضح نہیں دیکھ پاتے اور حقیقت میں، اندھیرے میں ہی ہمیں دل کی گلیوں کو کھوجنے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ زندگی میں ہمیں مشکلات، غم اور چیلنجز کا سامنا بھی ایک حقیقت ہے اور ان ہی مشکلات سے ہم اپنی کامیابی کا راستا تلاش کرتے ہیں۔

شیخ ایاز کا یہ اقتباس ہمیں بتاتا ہے کہ سکون اور سکوت صرف ظاہری طور پر نہیں ہوتے، بلکہ گزرے ہوئے لمحوں کی گونج اور ہمارے اندر چھپی ہوئی آوازیں، جو ہمیں مشکلات اور غم کی صورت میں ملتی ہیں، اصل حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

بحث کے نکات

زندگی میں اندھیروں اور روشنیوں کا تذکرہ اور ان کا آپس میں تعلق۔

غم اور خوشی کے درمیان توازن۔

اس اقتباس کا طلبہ کی ذاتی زندگی سے تعلق اور اس کی اہمیت۔

شیخ ایاز کی شاعری کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پیچیدہ زندگی کے فلسفے کو سادہ اور دل کو چھو جانے والی زبان میں پیش کرتے ہیں، جو طلبہ کے لیے ایک نیا زاویہ نظر فراہم کرتا ہے۔

studyplusplus.com (study++)